مصطفیٰ عباس
ریسرچ اسکالر،
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر ثمرہ ضمیر
ڈپٹی رجسٹرار اکیڈمک، اسلام آباد

احمد ندیم قاسمی اور حبیب جالب کی شاعری میں سماجی شعور کا تقابلی مطالعہ

ABSTRACT

A Comparative Study of Social Consciousness in the Poetry of Ahmad Nadeem Qasmi and Habib Jalib

By Mustafa Abbas,research Scholar,International Islamic University Islamabad.

Dr. Samra Zamir,Deputy Registrar(Academic),Federal Urdu University of Arts, ScienceTechnology(FUUAST(Islamabad

This paper delves into the concept of social consciousness and its significance in both society and literature, with a focus on the poetry of Ahmad Nadeem Qasmi and Habib Jalib. Social consciousness encompasses an awareness of various dimensions, including political, social, religious, socio-cultural, and intellectual aspects prevalent in a particular era. The absence of social awareness often leads to social disorder and unrest within a community.

For literary figures, social consciousness holds great importance as it allows their creative works to reflect the challenges and intellectual attitudes of their time. Poetry, in particular, serves as a powerful medium through which social changes are advocated and human emotions are deeply felt and shared. Consequently, a profound connection exists between poetry and society.

This paper is a comparative study of the social consciousness evident in the poetry of Ahmad Nadeem Qasmi and Habib Jalib. By examining their poetic expressions, themes, and perspectives, the research seeks to illuminate the ways in which these influential poets shed light on societal issues and contribute to shaping social discourse. Through this exploration, the paper aims to provide insights into the relationship

between poetry and the collective social consciousness of a given era.

Keywords: society, literature, poetry, Ahmad Nadeem Qasmi, Habib Jalib, political awareness, social awareness, religious awareness, intellectual attitudes, social disorder, societal issues, social discourse, poetic expressions, themes, comparative study, collective social consciousness.

لفظ سماج ہندی لفظ ہے جس کا لغوی معنی ٹولی، گروہ، معاشرہ، سوسائٹی، محفل وغیرہ کے ہیں۔ اصطلاح میں سماج سے مراد اخلاق، رسم و رواج، تہذیب و تمدن، مذہب، فلسفہ اور تعلیم کا ایسا نظام جس کے تحت انسان آپس میں مل جل کر اکھٹے رہتے ہیں۔ سماج انسانی زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کرتا ہے۔ اس کو یوں سمجھیے کہ جس طرح انسان کے جسم میں مختلف اعضاء ہوتے ہیں اور ہر عضو آپس میں مل کر دوسرے عضو کی مدد کرتا ہے اور مجموعی طور پر ایک عضویاتی اکائی یا یونٹ پیش کرتا ہے۔ اسی طرح سماج کی بھی باقاعدہ شاخیں ہوتی ہیں جو گروہوں، اداروں اور جماعتوں کی شکل میں ہوتی ہیں۔ ان گروہوں میں خاندان، سماجی گروپ، ادارے، خاندان، سیاسی تنظیم، معاشی نظام، ذات پات، طبقاتی کشمکش، سب آجاتے ہیں۔ یوں سماجیات انسان اور انسان کے ماحول کے باہمی ربط و مطالعے کا نام ہے۔ اس طرح سماجیات کے دائرے میں انسانی زندگی کا ہر پہلو شامل ہے۔

بہتر سماج کی تشکیل اور قیام کے لیے معاشرے کے ہر فرد میں سماجی شعور کا ہونا ضروری ہے۔ سماجی شعور سے مراد کسی بھی مخصوص عہد کی سیاسی، سماجی، مذہبی، معاشرتی، تہذیبی اور علمی اور فکری سطح پر رونما ہونے والے حالات و واقعات سے آگاہی ہے۔ سماجی شعور دراصل اپنے دور میں گردو پیش کی سیاسی، سماجی، مذہبی، اور معاشرتی سطح پر رونما ہونے والی تبدیلیوں سے آگاہ رکھنا ہے۔ اسی لیے سماج میں سماجی شعور نہ ہونے سے معاشرتی بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

سماجی شعور جہاں عام افراد کے لیے اہمیت رکھتا ہے وہاں ادبی شخصیات کے لیے بھی اہمیت کا حامل ہے۔ کیوں کہ یہی شعور کسی بھی ادیب کی ادبی تخلیق کو اپنے زمانے سے منسلک کرنے، زندگی کے مشکلات اور فکری رویوں سے آگاہ کرتا ہے۔ ادب میں سماجی شعور کا سب سے بڑا ذریعہ شاعری ہے۔ شاعری سماج کی ایک ایسی ترجمان ہے جو معاشرتی مدوجذر اور تبدیلیوں کو جذبات کے ذریعے انسانی دلوں میں اتار دیتی ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ سماج کا شاعری کے ساتھ گہرا ربط و تعلق ہے۔

> یہ بات سچ ہے کہ کوئی بھی تخلیق کار خارجی دنیا سے متاثر ہوئے بغیر کچھ بھی نہیں لکھ سکتا۔ اس لیے ہر فن پارے، خاص طور پر شاعری پر سماج کے اثرات براہ راست پڑتے ہیں۔ کوئی بھی تخلیق کار اپنے عہد کے سماجی حالات و واقعات کے بارے میں اپنا منفرد نکتہ نظر رکھتا ہے۔ یوں وہ اپنی تخلیقات کے ذریعے اپنے دور کے سماجی حالات

و واقعات کو اپنے بعد آنے والے عہد تک پہنچانے کا انتظام کرتا ہے۔یوں آنے والی نسل کی شاعری اپنے عہد کا عکاس ہوا کرتی ہے جس میں سماجی زاویہ واضح اور نمایاں ہے۔اس ضمن میں ابوالاثر حفیظ صدیقی یوں لکھتے ہیں:"سماجی پس منظر سے الگ ہو کر خالص جمالیاتی سوچ ممکن نہیں۔ہم سماجی امور کو ادب کا موضوع، کردار اور فکر و احساس کے وہ اجزاء جو جزوی یا کلی طور پر سماجی ماحول کی پیداوار ہیں۔ادب میں شامل ہونے کے لیے بے قرار رہتے ہیں۔چناں چہ کسی ادب پارے میں سماجی زندگی کے رشتے کمزور تو ہو سکتے ہیں۔لیکن منقطع نہیں ہو سکتے"(۱)

اس بارے میں ڈاکٹر انور سدید یوں لکھتے ہیں:"ادب ایک ایسا سماجی عمل ہے۔جو زبان اور تخلیق کے حوالے سے بالواسطہ طور پر زندگی، معاشرے اور عوام کو متاثر کرتا ہے۔"(۲)

کوئی بھی فن کار یا شاعر اپنے عہد کے سماجی حالات و واقعات کو نہ صرف دیکھتا پرکھتا ہے بلکہ محسوس کر کے اپنے کلام کے سہارے بیان کرتا ہے۔اس لیے ان کی شاعری میں معاشرتی رویے چھلکتے نظر آتے ہیں۔یوں ایک شاعر سماج سے سب سے قریب تر ہوتا ہے۔اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک شاعر اپنے زمانے کے سماجی حالات و واقعات کو جانے سمجھے اور محسوس کیے بغیر ایک زندہ ادب ہرگز تخلیق نہیں کر سکتا۔سماج، انسان کی زندگی پر اثر انداز ہونے والے عوامل میں سرفہرست ہے۔اس لیے عملِ تخلیق میں سماجی شعور ایک اہم اکائی ہے۔اس لیے ایک بڑا شاعر اپنے دور کے سماجی حالات و واقعات سے نہ صرف آگاہی رکھتا ہے بلکہ وہ ماضی کے نہاں خانوں میں جھانک کر ماضی کے حالات و واقعات کو پرکھتا ہے اور اس کی کڑیاں اپنے زمانے سے جوڑ کر حال میں ادب تخلیق کرتا ہے۔یوں اس عمل میں حال اور ماضی کی آمیزش شامل ہو کر ایک ایسا منظر نامہ بن جاتا ہے جس میں مستقبل بھی واضح ہو جاتا ہے۔

یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ سماج کے بغیر ادب کا علیحدہ کوئی وجود نہیں۔کوئی بھی فن کار یا شاعر اپنے دور کے سماجی حالات و وقعات سے لاتعلق رہ کر ادب تخلیق نہیں کر سکتا۔بلکہ زندہ شاعری عصری شعور و آگاہی کی کوکھ میں ہی پنپ کر اپنے زمانے اور عہد کے ساتھ آنے والوں کے لیے مثال بن جاتا ہے۔

اردو شاعری میں سماجی شعور کی روایت شروع سے موجود ہے۔ہر دور کے شعراء نے اپنی اپنی سمجھ اور بساط کے مطابق، معاشرتی کشمکش، سماجی ناانصافیوں، طبقاتی تقسیم، معاشرتی مسائل، سیاسی و سماجی حالات، دولت کی غیر مساویانہ تقسیم اور سماجی ناانصافیوں کو شاعری کا موضوع بنایا ہے۔اسی طرح سادہ اسلوب کے سہارے عصری بے ثباتیوں اور معاشرتی تضادات کو موضوع سخن بنانے میں احمد ندیمؔ قاسمی اور حبیب جالبؔ بھی کسی سے کم نہیں۔ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کے بقول:"احمد ندیم

قاسمی کی شاعری میں سماجی انقلاب کی جھلک نمایاں ہے۔ جونعروں کے ذریعے عملی صورت اختیار کر جاتا ہے۔اس کی نشو ونما شعور واحساس کی گہرائیوں میں ہوئی ہے۔"(۳)

حبیب جالبؔ کا شمار ترقی پسند شعراء میں ہوتا ہے۔ اس لیے حبیب جالب نے اپنی شاعری میں سماجی ناانصافیوں عوامی مسائل جیسے موضوعات پر کھل کر بات کی ہے۔ذیل میں احمد ندیمؔ قاسمی اور حبیب جالبؔ کی شاعری میں طبقاتی تقسیم، بحیثیت انسان عورت کا مقام، جبر و استحصال، سماجی زندگی کے مسائل، سماجی انسانی رویے، مذہب، زبان و بیان اور علم بدیع جیسے موضوعات کو مدنظر رکھتے ہوئے سماجی شعور کے حوالے سے اشتراکات کونشان زد کریں گے۔

ماہرین سماجیات کے مطابق اول اول دور میں انسانی سماج ہر قسم کی ناہمواریوں، طبقاتی تقسیم، تضادات، منافرتیں اور منافقتوں سے پاک تھا۔لیکن رفتہ رفتہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسانی سماج مختلف طبقات میں منقسم ہوتا چلا گیا جس سے معاشرے میں نہ صرف بگاڑ پیدا ہوا بلکہ انسانی سماج اس کے مضر اثرات سے بھی نہیں بچ پایا۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ طبقاتی تقسیم انسانی سماج کے لیے زہر ہلاہل کی مانند ہے۔احمد ندیمؔ قاسمی کی شاعری کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے معاشرے میں رائج طبقاتی تقسیم کو نہ صرف محسوس کیا ہے بلکہ شاعری کا موضوع بنا کر اس کے خلاف زبردست صدائے احتجاج بلند کیا ہے۔ذیل میں چند اشعار ملاحظہ ہو:

جانے کون رہزن ہے، جانے کون رہبر ہیں
گرد گرد چہرے ہیں آئنے مکدر ہیں
مجھ کو جبر لفظوں کا بولنے نہیں دیتا
ورنہ جتنے صحرا میں ریت کے سمندر ہیں
بیسویں صدی کیسا انقلاب لائی ہے
کوہ پر ببولیں ہیں، دشت میں صنوبر ہیں (۴)

طبقاتی تقسیم کے حوالے سے جالبؔ کا سماجی شعور بھی نہایت پختہ ہے۔ انھوں نے نظم "بیس گھرانے" اور "جمہوریت" میں طبقاتی تقسیم کا خوب نقشہ کھینچا ہے۔ان کی نظم "جمہوریت" سے چند اشعار ملاحظہ ہو:

دس کروڑ انسانو! یہ ملیں یہ جاگیریں
کس کا خون پیتی ہیں
بیرکوں میں یہ فوجیں
کس کے بل پہ جیتی ہیں
کس کی محنتوں کا پھل

داشتائیں کھاتی ہیں
جھونپڑوں سے رونے کی کیوں صدائیں آتی ہیں
کاش تم کبھی سمجھو
دس کروڑ انسانو (۵)

ہمارے سماج کا المیہ ہے کہ آج بھی عورت کو کسی دوسرے درجے کی مخلوق تصور کی جاتی ہے۔عورت کو اس کی اپنی زندگی پہ نہ کوئی اختیار ہوتا ہے نہ اختیار دیا جاتا ہے۔ بلکہ اس کو کسی دوسرے کی ملکیت سمجھی جاتی ہے۔عورتوں پر آئے روز سماج میں ظلم و زیادتی کی انتہا کر دی جاتی ہے۔ دیہاتوں سے لے کر شہروں تک عورت آج بھی مختلف سماجی مسائل میں جکڑی ہوئی ہے۔احمد ندیم قاسمی معاشرے میں عورتوں پر ہونے والی ظلم و زیادتی سے بخوبی واقف ہیں اور اپنے اشعار میں ان مسائل کو بیان کرتے ہیں۔ان کی نظم ”طوائف“ سے چند بند ملاحظہ ہو:

اک پجاری نے اس کا دشتِ بدن
چھو کے دیکھا تو غنچے کھلنے لگے
کونپلوں میں نمو کا رس مچلا
جسم کا جذبۂ ہوس مچلا
ابر اُمڈے پہاڑ ملنے لگے(۶)

عورتوں پر ہونے والے ظلم و زیادتی کے خلاف حبیب جالب بھی خاموش نہیں بیٹھتے۔انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے عورتوں پر ہونے والے مظالم کا پردہ چاک کیا ہے۔ذیل کچھ اشعار بطور مثال پیش کیے جاتے ہیں:

بازار ہے وہ اب تک جس میں تجھے نچوایا
دیوار ہے وہ اب تک جس میں تجھے چنوایا
دیوار کو آ توڑیں، بازار کو آ ڈھائیں
انصاف کی خاطر ہم سڑکوں پہ نکل آئیں
مجبور کے سر پر ہے شاہی کا وہی سایا
بازار ہے وہ اب تک جس میں تجھے نچوایا(۷)

انسانی معاشرے میں رائج سماجی مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ استحصالی نظام ہے۔امیر اور جاگیردار لوگ آئے روز غریب لوگوں کے حقوق سلب کرتے ہیں۔جبر اور استحصالی نظام کی وجہ سے سماج میں عدم توازن کا رویہ اور تشدد پروان چڑھتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں رائج مسائل میں چاہے قانونی نظام ہو، روزگار کے مواقع ہوں، صحت کے مسائل ہوں ہر

جگہ استحصالی نظام کی واضح جھلک نظر آتی ہے۔

سماج میں رائج استحصالی نظام کے خلاف حبیب جالبؔ ایک عرصے تک براہِ راست برسر پیکار رہے۔اس وجہ سے ان کو قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔مشکلات کے باوجود حبیب جالبؔ استحصالی نظام کے خلاف آواز بلند کرتے نظر آتے ہیں:

دیپ جس کے محلات ہی میں جلے، چند لوگوں کی خوشیوں کو لے کر چلے
وہ جو سائے میں ہر مصلحت کے پلے، ایسے دستور کو صبح بے نور کو
میں نہیں مانتا میں نہیں جانتا
میں بھی خائف نہیں تختہ دار سے، میں بھی منصور ہوں کہہ دو اغیار سے
کیوں ڈراتے ہو زنداں کی دیوار سے
ظلم کی بات کو، جہل کی رات کو
میں نہیں مانتا میں نہیں جانتا (۸)

جبر و استحصال کے خلاف آواز بلند کرنے کے حوالے سے احمد ندیمؔ قاسمی بھی کسی سے کم نہیں۔دشتِ وفا میں شامل ان کی نظم ’’جنگل کی آگ‘‘ سے کچھ اشعار ملاحظہ ہو:

تنگ گلیوں میں اُڑتے ہوئے لوگ
گو بچا لائے ہیں جانیں اپنی
اپنے سر پر ہیں جنازے اپنے
اپنے ہاتھوں میں زبانیں اپنی
حُسن اشجار کے متوالوں کو
حُسن انساں نظر آتا ہی نہیں (۹)

تاریخی حقائق سے معلوم ہوتا ہے۔کہ اوّل اوّل دور میں جب انسانی سماج فطرت کے قوانین کے مطابق چل رہا تھا تب تک سماجی مسائل نہ ہونے کے برابر تھے۔جوں جوں انسانی سماج نے فطرت کے قوانین سے رشتہ توڑا۔توں توں انسانی سماج مسائل کی آماجگاہ بنتا گیا۔تقسیم ہند سے پہلے ذات پات،، طبقاتی تقسیم، غربت، جہالت، توہم پرستی وغیرہ انسانی سماج کے مسائل گردانتے تھے۔قیام پاکستان کے بعد انسانی سماجی مسائل کے موضوعات میں تبدیلی آئی۔یوں شدت پسندی، فرقہ واریت، ظلم و زیادتی، قتل و غارت گری، خودغرضی، بے حسی، رشوت خوری، سماجی مسائل کی صورت میں سامنے آئی۔

شاعر ہوتا بھی وہی ہے جو اپنے دور کے تمام سماجی مسائل سے نہ صرف آگاہ ہوتا ہو۔بلکہ ان کو شدت کے ساتھ

محسوس بھی کرتا ہو۔ایک تخلیق کار کی حیثیت سے اگر احمد ندیمؔ قاسمی کی شاعری کا جائزہ لیا جائے تو ان کی شاعری میں سماجی مسائل جابجا بکھرے پڑے ہیں۔ انھوں نے اپنے کلام کے ذریعے ان مسائل کی طرف نشاندہی کی ہے۔ان کی نظم”مسئلہ آبادی“ سے کچھ اشعار بطور حوالہ پیش کیے جاتے ہیں:

ہم دنیائے نو والے
تہذیبوں کے رکھوالے
گہری سوچ میں گم ہیں
مسئلہ آبادی کا حل کیا ہوگا
ان حالات میں لے دے کر بس ایک ہی نسخہ کارآمد ہے
زندہ رہنے کو ہم اتنا مہنگا کر دیں
ہر شے کے نرخوں کو اتنا اونچا کر دیں(۱۰)

سماجی مسائل کا ادراک حبیب جالبؔ کو بھی ہے۔ وہ اپنے سماجی شعور کے ذریعے ان مسائل پر کھل کر اظہار کرتے نظر آتے ہیں:

فرضی مقدّمات میں جھوٹی شہادتیں
ہم پھر بھی لکھ رہے ہیں جنوں کی حکایتیں
مجرم کی اب نشاندہی کون کر سکے
اب تک ہیں بند اہل قلم کی عدالتیں
زنجیرِ پا جو توڑ رہے ہیں قفس نصیب
ہیں اہل آشیاں کی نظر میں بغاوتیں
جو لوگ جھونپڑوں میں پڑے تھے پڑے رہے
کچھ اہل زر نے اور بنا لیں عمارتیں(۱۱)

رویے سماج میں رہنے والے انسانوں کی پہچان ہوتے ہیں۔انسانی رویے کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ایک مثبت اور دوسرا منفی پہلو۔انسانی رویے کے مثبت پہلو معاشرے میں مثبت تبدیلی لے آتی ہے۔جبکہ منفی پہلو معاشرے میں منفی اثرات کے پھیلاو کا باعث بنتا ہے۔یہی منفی اثرات سماج کی بنیادوں کو نہ صرف کھوکھلا کر دیتے ہیں بلکہ سماجی نظام کو درہم برہم بھی کر دیتے ہیں۔یہی انسانی رویے ہی تو ہیں جو کبھی دلوں کو توڑتے ہیں تو کبھی ٹوٹے دلوں کو جوڑ کر آسودگی لے آتے ہیں۔انسانی سماجی رویوں میں تغیر و تبدل گردوپیش کے ماحول پر اثرات مرتب کرتے ہیں معاشرے میں بڑھتی ہوئی لاقانونیت،ظلم و

زیادتی، جبر، تشدد، عدم توازن، قتل و غارت گری، دہشت گردی، ناانصافی، ایسے عوامل ہیں جو معاشرے میں بگاڑ کا باعث بنتے ہیں۔ احمد ندیمؔ قاسمی کی شاعری کا مطالعہ کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ انھوں نے اپنے کلام کے ذریعے سماجی انسانی رویوں کے متعلق اپنے محسوسات کو ہم تک بہتر انداز میں پہنچانے کی کوشش کی ہے:

اب تو شہروں سے خبر آتی ہے دیوانوں کی
کوئی پہچان ہی باقی نہیں ویرانوں کی
صبح ہوتے ہی نکل آتے ہیں بازار میں لوگ
گٹھڑیاں سر پہ اٹھائے ہوئے ایمانوں کی
صنعتیں پھیلتی جاتی ہیں مگر اس کے ساتھ
سرحدیں ٹوٹتی جاتی ہیں گلستانوں کی
مقبرے بنتے ہیں زندوں کے مکانوں سے بلند
کس قدر اوج پہ تکریم ہے انسانوں کی(۱۲)

انسانی سماجی رویے کو اپنے محسوسات کے ذریعے سپردِ قلم کرنے میں حبیب جالبؔ بھی احمد ندیمؔ قاسمی سے کم نہیں۔ جالبؔ سماجی منافقت کو یوں نشان زد کرتے نظر آتے ہیں:

دن بھر کافی ہاؤس میں بیٹھے کچھ دبلے پتلے نقاد
بحث یہی کرتے رہتے ہیں سست ادب کی ہے رفتار
صرفِ ادب کے غم میں غلطاں چلنے پھرنے سے لاچار
چہروں سے ظاہر ہوتا ہے جیسے برسوں کے بیمار
ان کو ادب کی صحت کا غم مجھ کو ان کی صحت کا
یہ بے چارے دکھ کے مارے جینے سے ہیں کیوں بیزار
حسن سے وحشت عشق سے نفرت اپنی ہی صورت سے پیار
خندہ گل پر ایک تبسم گریۂ شبنم سے انکار(۱۳)

حبیب جالبؔ اور احمد ندیمؔ قاسمی نے مارشلائی نظام کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا تھا۔ خاص طور پر جنرل ضیاء کے دور میں مذہبی شدت پسندی اور تفرقہ پرستی عروج پر تھی۔ شیعہ سنی فسادات کو بہت حد تک بڑھاوا دیا گیا تھا۔ لہٰذا دونوں نے مذہب پر نہ صرف سوالات اٹھائے ہیں بلکہ طنز بھی کرتے نظر آتے ہیں۔ حبیب جالبؔ مولویوں کے ذریعے جاری ہونے والے فتووں کے متعلق یوں گویا ہوتے ہیں:

امیروں کی حمایت میں دیا تم نے سدا فتویٰ
نہیں ہے دیں فروش ہم، یہ کوئی نیا فتویٰ
تمھاری حیثیت ہے کیا؟ کون ہو تم اور کیا فتویٰ
امیروں کی حمایت میں دیا تم نےسدا فتویٰ (۱۴)

مذہب کے حوالے سے یہی مشترک قدریں احمد ندیمؔ قاسمی کے ہاں بھی نظر آتی ہیں۔اس حوالے سے بطور نمونہ یہ اشعار دیکھیے:

موت سے کس کو مفر ہے مگر انسانوں کو
پہلے جینے کا سلیقہ تو سکھایا جائے
میں محبت کا پجاری ہوں عقیدوں کا نہیں
ان بتوں کو مرے رستے سے ہٹایا جائے
میں قیامت کا تو منکر نہیں واعظ لیکن
مجھ سے انساں کو تماشا نہ بنایا جائے(۱۵)

زبان و بیان شاعری کے لوازم میں سے اہم ترین لوازم ہیں۔ناقدین کے مطابق بیان جذبہ، اسلوب، اور خیال میں اکھڑپن اور سوقیانہ پن کا احساس نہ ہونا زبان و بیان کی اہم ترین خوبی جانتے ہیں۔احمد ندیم قاسمی ایک کامیاب فن کار ہونے کے ناطے انتہائی محتاط ہو کر قلم چلاتے ہیں۔لفظوں کے چناو کے ساتھ، جذبےاور روانی میں بھی کامیاب نظر آتے ہیں۔زبان و بیان کی یہی خوبی احمد ندیمؔ قاسمی کو ایک کامیاب فن کار بنا دیتی ہے۔ذیل میں بسیط میں شامل ان کی ایک نظم بعنوان" درخواست" سے کچھ اشعار دیکھیے:

زندگی کے جتنے دروازے ہیں مجھ پر بند ہیں
دیکھنا حد نظر سے آگے بڑھ کر دیکھنا بھی جرم ہے
سوچنا اپنے یقینوں اور عقیدوں سے نکل کر سوچنا بھی جرم ہے
کیوں بھی کہنا جرم ہے، کیسے بھی کہنا جرم ہے
سانس لینے کی تو آزادی میسر ہے مگر
زندہ رہنے کے لیے انسان کو کچھ اور بھی درکار ہے
اور اس کچھ اور بھی کا تذکرہ بھی جرم ہے۔(۱۶)

زبان و بیان کے حوالے سے یہی مشترک قدریں حبیب جالبؔ کے ہاں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔مثلاً:

میں غزل کہوں تو کیسے کہ جدا ہیں میری راہیں
مرے اردگرد آنسو، مرے آس پاس آہیں
نہ وہ عارضوں کی صبحیں نہ وہ گیسوؤں کی شامیں
کہیں دور رہ گئی ہیں مرے شوق کی پناہیں(۱۷)

اردو شاعری میں علم بیان اور علم بدیع کا استعمال کلام کو سجانے سنوارنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔شاعرانہی علوم کے ذریعے اپنے کلام کی قدرو قیمت میں نہ صرف اضافہ کرتے ہیں بلکہ تزین و آرائش بھی کرتے ہیں۔احمد ندیمؔ قاسمی کی شاعری کا بغور جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ احمد ندیم قاسمی نے تشبیہات و استعارات کا خوب صورت استعمال کیا ہے۔

جنگل جنگل آگ لگی ہے بستی بستی ویراں ہے
کھیتی کھیتی راکھ اڑتی ہے دنیا ہے کہ بیاباں ہے
سناٹے کی ہیبت نے سانسوں میں پکاریں بھر دی ہے
ذہنوں میں مجبوت خیالوں نے تلواریں بھر دی ہے
قدم قدم پر جھلسے جھلسے خواب پڑے ہیں راہوں میں
صبح کو جیسے کالے کالے دیے عبادت گاہوں میں(۱۸)

یہی مشترک قدریں جالبؔ کی شاعری میں بھی نمایاں ہیں۔تشبیہات و استعارات کے حوالے سے جالبؔ کی شعری کائنات بھی نہایت وسیع نظر آتی ہے:

ظلمت کو ضیا صر صر کو صبا بندے کو خدا کیا لکھنا
پتھر کو گہر دیوار کو در کرگس کو ہما کیا لکھنا
ہر شام یہاں شامِ ویراں، آسیب زدہ رستے گلیاں
جس شہر کی دھن میں نکلے تھے وہ شہر دل برباد کہاں
صحرا کو چمن بَن کو گلشن بادل کو ردا کیا کہنا(۱۹)

ندیمؔ قاسمی اور حبیب جالبؔ کی شاعری میں جہاں مماثلتیں ہیں وہاں فکر وفن کے اعتبار سے کافی افتراقات بھی ہیں۔ذیل میں انہی افتراقات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔احمد ندیمؔ قاسمی کے افکار پر دیہاتی ماحول کے کافی اثرات ہیں۔ان کا مطالعہ وسیع ہونے کے ساتھ مشاہدہ بھی کافی وسیع ہے۔پنجاب کے دیہاتی ماحول سے آشنا ہونے کی وجہ سے وہ وہ مقامی تہذیب وتمدن اور رسم ورواج سے نہ صرف آشنا ہے بلکہ خوب صورتی کے ساتھ ان رسوم کے متعلق شاعری کے ذریعے گفتگو کرتے نظر آتے ہیں۔حبیب جالبؔ کا زیادہ تر

وقت استحصالی نظام اور آمرانہ نظام کے خلاف جدو جہد میں گزرنے کی وجہ سے ان رسومات کی طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔یہی وجہ ہے ان کی شاعری میں رسم ورواج کا تذکرہ بہت کم ہوا ہے۔

۲۔حبیب جالبؔ کی شاعری کا مرکز ومحور سیاسی نظام اور استحصالی نظام ہے۔وہ عورت کے حقوق کی بات کرتے ہوئے حق تلفی کی وجہ بھی استحصالی اور سیاسی نظام کوقرار دیتے ہیں۔معاشرے میں عدم توازن، بگاڑ کی وجہ،تفرقہ پرستی،غربت، بے روزگاری یعنی ہر مسئلے کی بنیادی وجہ سیاسی آمرانہ نظام کوقرار دیتے ہیں۔جبکہ احمد ندیمؔ قاسمی کی شاعری فطرت اور داخلیت کی کوکھ سے جنم لیتی ہے۔

۳۔احمد ندیمؔ قاسمی کی شاعری کے موضوعات متنوع ہیں۔وہ انسان کے احساسات کی بھی بات کرتے ہیں۔دیہاتی مسائل کوبھی اجاگر کرتے ہیں۔فطرت کی رنگینوں کوبھی احساسات کی آمیزش کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ان کی شاعری میں فلسفے کے خشک مباحث بھی ہیں۔ان کی شاعری چار دیواری کے اندر مقید نہیں۔وہ اپنی ذات میں رہ کر بیرونی دنیا کا مشاہدہ کر کے ان مشاہدات اور تجربات کوبھی ضبط تحریر میں لاتے ہیں۔جبکہ حبیب جالبؔ سیاسی نظام کومرکز ومحور بنا کراسی کے اندر رہ کر سماجی مسائل کونشان زد کرتے نظر آتے ہیں۔

٤۔مشرقیت کے کئی روپ ہیں۔جن میں سماجی اقدار،اخلاقی اقدارشرم و حیا، انسانیت اورنسوانیت وغیرہ شامل ہے۔احمد ندیمؔ قاسمی کے ہاں مشرقیت کی واضح جھلک موجود ہے۔جبکہ حبیب جالبؔ کے ہاں مشرقیت کے آثار نہ ہونے کے برابر ہیں۔

٥۔صرف شاعرہی نہیں بلکہ ہرشخص دو دنیاوں میں زندگی بسر کرتا ہے۔ایک خارجی دنیا جواس کے گرد وپیش پھیلی ہوئی ہے اور دوسری وہ داخلی دنیا جواس کی باطنی کیفیات جذبات اوراحساسات سے متعلق ہے۔خارجی دنیا میں جو کچھ واقعات رونما ہوتے ہیں اسے خارجی واقعات کہہ لیجیے اور داخلی دنیا میں جو کچھ پیش آتا ہے اسے داخلی واردات کا نام دیجیے۔خارجی دنیا میں واقعات کے علاوہ اشخاص اور اشیاء ہے۔جبکہ داخلی دنیا میں ان واقعات، اشیاء اور اشخاص سے وابستہ ہمارا ردعمل ہے جو جذبات اوراحساسات کی متنوع صورتیں اختیار کرتا ہے۔

اس اعتبار سے اگر احمد ندیمؔ قاسمی کی شاعری کا مطالعہ کیا جائے تو داخلی آمیزش زیادہ ہے۔جبکہ جالبؔ کے ہاں خارجی رنگ زیادہ ہے۔

٦۔احمد ندیمؔ قاسمی اورحبیب جالبؔ کی شاعری میں اسلوب کا فرق بھی نمایاں ہے۔ندیمؔ قاسمی کے لب و لہجے میں دھیما پن اورٹھہراو ہے۔جبکہ جالبؔ کے ہاں انقلابی اور باغیانہ ذہن ہونے کی وجہ سے اسلوب میں جذبوں کی ایک شدت پائی جاتی ہے۔

۷۔احمد ندیمؔ قاسمی اور حبیب جالب کی شاعری میں بہت بڑا فرق نظموں کی ہئیتوں کا بھی ہے۔حبیب جالبؔ

مسدس، مخمس اور مثلث کی ہیئت میں نظمیں لکھتے ہیں۔ جب کہ ندیمؔ قاسمی کا رجحان زیادہ تر آزاد نظموں کی طرف ہے۔

تعین قدر

احمد ندیم قاسمی کی شاعری میں سماجی شعور کے حوالے سے جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شاعری میں ان کے ماحول کا پورا عکس دکھائی دیتا ہے۔ اظہارِ حقیقت ندیمؔ کی فطری عادت تھی۔ اس لیے ان کی شاعری حقیقت نگاری سے الگ نہیں ہوتی۔ ندیمؔ قاسمی فرد کی ذات کے اندرونی اور نفسیاتی احساسات کی ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ فطرت کی عکاسی بھی خوب کی ہے۔ غرض ان کی شاعری میں شعبہ ہائے زندگی اور تمام تر نظام زندگی کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

ندیمؔ قاسمی کی شاعری سے اس دور کے سیاسی،، سماجی، معاشی اور دینی خیالات اور تصورات کا مکمل پتا چلتا ہے۔ احمد ندیمؔ قاسمی قادرالکلام شاعر ہونے کے ساتھ بہترین افسانہ نگار بھی تھے۔ اس لیے لفظوں کی دروبست اور بندش شعر کا خاص خیال نظر آتا ہے۔ ندیمؔ قاسمی نے شاعری میں حسین تشبیہات و استعارات کا استعمال بھی کمال فن کاری سے کیا ہے۔ خیال کی ندرت کے ساتھ لفظوں کی جڑت سے نئے معنی و مفاہیم پیدا کرتے ہوئے منفرد اور جدید اسالیب اختیار کرتے ہیں۔ احمد ندیمؔ قاسمی کی شاعری میں ان کی پوری زندگی اور ان کے عادات و اخلاق اور اطوار کی زندہ تصویر نظر آتی ہے۔ پاکستانی ادب کے صف اول کے شعراء کی طرح، ان کے اشعار میں لفظ کے ساتھ معنی و مفہوم اور اسلوب میں ایک توازن نظر آتا ہے۔ احمد ندیمؔ قاسمی کی شاعری میں تمثیل کاری بھی خوب پائی جاتی ہے۔ لطافت اور نازکی خیال کی آمیزش سے گوندھی گئی ان کی شاعری ان کے فن کا تاثر اور بھی بڑھا دیتا ہے۔ ان کے فن کی یہی بازگشت بعد میں آنے والے شعرا کے لیے ایک مشعل راہ ثابت ہوگی۔

حبیب جالبؔ کی شاعری میں سماجی شعور کے عوامل کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے زمانے کی سیاست اور اس کے سماج پر اثرات کا کامیاب خاکہ کھینچا ہے۔ حبیب جالبؔ نے ایک لحاظ سے اپنے زمانے کے عصری حالات کو اپنے اشعار میں محفوظ کیا ہے۔ یہ عصری حالات کبھی شکوے کا روپ اختیار کرتے ہیں تو کبھی مدعے کی روش اختیار کر جاتی ہے۔ جالبؔ کے فکر و فن پر اس کے ماحول کا کافی اثر ہے۔ جالبؔ نے اپنے اشعار کے ذریعے اپنے زمانے کی زبوں حالی کا کھل کر مذاق اڑایا ہے۔ جالبؔ کی طبیعت میں برجستگی، ظرافت، شوخی اور ہجو نگاری کے لیے جولانی کیفیت تھی۔ اس لیے ان کے ہاں زورِ تخیل کے ساتھ بیان کا زور پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے ان کے الفاظ اور تخیل میں بہت ہم آہنگی ہے۔

جالبؔ نے شاعری میں موضوعات کے تناسب سے نگارنگی پیدا کرکے، مناسب تشبیہات کا استعمال کر کے فکر کی گہرائی اور خیال کی بلندی تک پہنچنے کا طریقہ بتایا۔ انھوں نے بات میں بات پیدا کرنے اور عام سی باتوں میں نکتہ آفرینی پیدا کرنے کا ڈھنگ سکھایا۔ انھی خصوصیات کی بنیاد پر حبیب جالبؔ کا اردو ادب میں نمایاں مقام رہے گا۔

حواشی

(۱) ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، کشافِ تنقیدی اصطلاحات، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء)،ص ۹
(۲) ڈاکٹر انور سدید، اختلافات، (لاہور: مکتبہ اردو زبان، ۱۹۷۵ء)،ص ۲۷
(۳) ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، اردو شاعری کا سیاسی و سماجی پس منظر، (لاہور: پنجاب یونی ورسٹی، اورینٹل کالج، ۱۹۶۶ء)،ص ۳۸۹
(۴) احمد ندیم قاسمی، محیط، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء)،ص ۲۸۰
(۵) حبیب جالبؔ، کلیات حبیب جالبؔ، (لاہور: ماورا پبلشرز، ۱۹۹۳ء)،ص ۱۳۱
(۶) احمد ندیم قاسمی، دشتِ وفا، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء)،ص ۲۴۵
(۷) حبیب جالبؔ، کلیات حبیب جالبؔ،ص ۲۰۱
(۸) ایضاً،ص ۱۲۹
(۹) احمد ندیم قاسمی، دشتِ وفا،ص ۲۳۹
(۱۰) احمد ندیم قاسمی، بسیط، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء)،ص ۵۹
(۱۱) حبیب جالبؔ، کلیات حبیب جالبؔ،ص ۱۴۹
(۱۲) احمد ندیم قاسمی، محیط،ص ۱۱۲
(۱۳) حبیب جالبؔ، کلیات حبیب جالبؔ،ص ۱۰۵
(۱۴) ایضاً،ص ۱۶۹
(۱۵) احمد ندیم قاسمی، محیط،ص ۸۲
(۱۶) ایضاً،ص ۸۱
(۱۷) حبیب جالبؔ، کلیات حبیب جالبؔ،ص ۱۵۷
(۱۸) احمد ندیم قاسمی، دشتِ وفا،ص ۶۵
(۱۹) حبیب جالبؔ، کلیات حبیب جالبؔ،ص ۱۹

مآخذ:

(۱) جالبؔ، حبیب، کلیات حبیب جالبؔ، لاہور: ماورا پبلشرز، ۱۹۹۳ء
(۲) ذوالفقار، غلام حسین، ڈاکٹر، اردو شاعری کا سیاسی و سماجی پس منظر، لاہور: پنجاب یونی ورسٹی، اورینٹل کالج، ۱۹۶۶ء
(۳) سدید، انور، ڈاکٹر، اختلافات، لاہور: مکتبہ اردو زبان، ۱۹۷۵ء
(۴) صدیقی، ابوالاعجاز حفیظ، کشافِ تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء
(۵) قاسمی، احمد ندیم، محیط، ____، ۲۰۱۲ء
(۶) قاسمی، احمد ندیم، دشتِ وفا، ____، ____
(۷) قاسمی، احمد ندیم، بسیط، ____، ____